ہندوستان اور بھر میں سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرض کو بجالانیوالا صرف اکیلا اخبار

نور افشاں

چندہ سالانہ پیشگی

مقاصد

(۱) اسلام کی خوبیوں اور برکات کو بیان کرنا۔ اور دیگر مذاہب پر اس کی حقیت بیان کر

(۲) آریوں اور عیسائیوں کے حملوں سے اسلام کو

(۳) الزامات کی گرد و غبار کو اسلام منور چہرہ سے بدلائل عقلی و نقلی د

(۴) حضرت بابا نانک رحمۃ کی تعلیم کو سکھ صاحبان میں اور انہیں اسلام کی دینا۔

(۵) گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی۔

خط و کتابت کے پتہ میں تبدیلی ہو تو اطلاع دینی چاہیئے ورنہ پرچہ بند کر دیا جائیگا

جلد ۹ | ایڈیٹر شیخ محمد یوسف سابق سوداگر سنگرور | نمبر ۱۳

مجھے ضرور پڑ ہیں

چند دنوں کے لئے کاتب نور کے گھر جانے کیوجہ سے اس اخبار کے نکالنے کیلئے سخت مشکلات سے گذرنا پڑا۔ ان مشکلات کی وجہ سے پہلے یہ خیال ہوا کہ ۳ اپریل کی بجائے ۱۰ اپریل کو ہر دو اخبار اکٹھے شائع کئے جائیں۔ مگر پھر یہ سوچا کہ ناغہ کرنا ٹھیک نہیں خواہ ایک ہی صفحہ کا اخبار ہو مگر وقت پر ضرور پہنچنا چاہیئے۔ سو ایک دوست جنہیں کتابت کا کام چھوڑے ہوئے کئی سال گذر گئے تھے انہیں کہا گیا وہ لکھنے کے لئے تیار نہ تھے کیونکہ عرصہ سے کام چھوڑنے کیوجہ سے انکا خط بہت خراب ہو چکا تھا۔ مگر ہمارے بار بار کہنے کی وجہ سے وہ رضامند ہو گئے۔ سو ان مجبوریوں کی وجہ سے یہ ۸ صفحات کا اخبار حاضر خدمت ہوتا ہے۔ اگرچہ میں ایک طرفۃ العین کے لئے بھی پسند نہیں کرتا کہ ایسی لکھائی اور کمپوز کا اخبار ناظرین تک پہنچاتا مگر میں نے ناغہ کی بجائے یہ بہتر سمجھا کہ خواہ ایک ہی صفحہ کا اخبار ہو مگر ناظرین کو وقت پر ضرور پہنچنا چاہیئے۔ سو مجھے قوی امید ہے کہ ناظرین کرام میری ان شدید مجبوریوں کو زیر نظر فرما کر تحفہ درویش کو شرف قبولیت بخشینگے آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ سب انتظام درست ہو جائیگا اور اخبار نہایت آب و تاب سے حاضر خدمت ہوگا۔

مکرم شیخ یعقوب علی کی زبانی معلوم ہوا کہ انکا اخبار مجھی تقریباً انہیں مشکلات سے گذر رہا ہے۔ خدا شیخ صاحب کے مشکلات دور فرمائے۔

شاید مجھے ماہ اپریل میں آریہ صاحبان سے مباحثہ کے لئے ڈیرہ اسمٰعیل خان جانا پڑے وہاں کے غیر احمدی دوستوں کی درخواست آئی ہے۔ میں ہر ممکن سے ممکن کوشش سے کام لونگا کہ میری عدم موجودگی میں دوستوں کو پرچہ ہی پہنچ جائے۔ اگر دوست ذرا سی ہمت کریں زیادہ نہیں تو کم از کم نور کا ہر ایک خریدار ایک ایک نیا خریدار پیدا کر دے۔ تو نور اس قابل ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی ایسا رکھ لیا جائے جو میری عدم موجودگی میں دوستوں کو وقت پر پرچہ پہنچا دیا کرے۔ مگر خدا جانے ہمارے دوست کب اپنے فرض کو پہچانینگے اور انکے دلوں میں کب یہ خیال پیدا ہوگا کہ تمام ہندوستان میں سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کرنیوالا واحد اخبار نور کا بھی ہم پر کچھ حق ہے۔

پچھلے ہفتہ قادیان میں سکھوں کا سالانہ جلسہ تھا سکھ لیکچراروں نے قرآن مجید اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں سخت گستاخی اور بے ادبی سے کام لیا۔ حالانکہ سکھ لیکچرار اگر غور کرتے تو نہایت آسانی سے اس امر کو معلوم کر سکتے تھے کہ ایام سابق میں اکابرین اسلام اور گورو صاحبان کے تعلقات

مسلمانوں کا سلوک سکھوں کے ساتھ

سمت ۱۶۶۳ بکرمی میں جب اکبر بادشاہ لاہور کو جاتا تھا۔ تو راستہ میں گورو رامداس جی کو ملا۔ اُنکی زیارت کی۔ اور موضع سلطان ونڈ اور تونگ وغیرہ قصبات کے گرد و نواح کی زمین کو گورو چک کے ساتھ شامل کر کے اُن کو سند معافی کی لکھدی۔ اس سند میں کم سے کم ۲۹ ہزار بیگہ اراضی تھی۔ علاوہ ازیں اور بہت سا نقد و جنس بطور نذرانہ کے پیش کیا۔

(تواریخ خالصہ حصہ اول صـ۱۹)

گورو ارجن دیو جی نے لاہور کی باؤلی بارادریں باؤلی بنانی شروع کی تو اس وقت لاہور کے حاکم حسن خان نے بہت مدد دی تھی۔

گورو ارجن دیو جی کے اپنے حقیقی بھائی پرتھی چند سوڈھی اور بھتیجے بھائی مہربان کی مخالفتوں اور دیوان چند ولال کی سازشوں سے مختلف قسم کی تکالیف اور آزمایشوں کی زندگی سے گذرنا پڑا۔ یہ امتحان بڑا سخت تھا۔ یہاں تک کہ اُنکو اپنی جان مبارک بھی اس امتحان میں دینی پڑی ان کے بعد گورو ہرگوبند سنگھ صاحب گدی نشین ہوئے۔ ان ایام میں بھی فریق مخالف اپنی کمینہ مخالفتوں اور سازشوں سے باز نہ آیا۔ ایک دفعہ چندو لال نے بادشاہ سے شکایت کی۔ کہ گورو ارجن دیو جی پر ایکدفعہ دو لاکھ روپیہ جرمانہ ہوا تھا۔ وہ ابھی تک خزانہ میں داخل نہیں ہوا۔ اب اسکے جانشین گورو ہرگوبند صاحب سے وصول کرنا چاہیئے۔ چنانچہ گورو صاحب سے روپیہ باضابطہ طلب کیا گیا۔ انھوں نے کہا، کہ ہم فقراء کے پاس اس قدر روپیہ کہاں؟ اس عدم ادائیگی کی ناراضگی میں بادشاہ نے انکو قلعہ گوالیار میں نظر بند کر کے بھیجدیا۔ اور جب وہ ایک عرصہ تک نظر بند رہے تو ایک دفعہ جہانگیر نے خواب میں شیر کی شکل دیکھکر اسکی تعبیر پوچھی تو حضرت جلال الدین صاحب سجادہ نشین حضرت نظام الدین اولیاء اور اپنے وقت کے صاحب کمال فقیر حضرت میاں میر صاحب نے گورو ہرگوبند جی کی یاد دلائی۔ اور کہا کہ تمنے خواہ مخواہ ایک شیر خدا کو پنجرے میں ڈال رکھا ہے اور جو یہ ہیبت ناک خواب آیا ہے۔ صرف اسکی بدولت ہے۔ چنانچہ انھوں نے موقعہ پاکر انکے خاندان اور انکی بزرگی اور باکبازی کی بہت تعریف کی۔ اور بادشاہ کی خدمت میں نہایت زبردست الفاظ میں سفارش کی کہ آپ انکو فوراً آزاد کردیں۔ چنانچہ ان کی سفارش سے بادشاہ نے اُن کو نہایت عزت کے ساتھ رہا کر دیا۔ بلکہ اس قدر اُن پر مہربانی ہوا کہ کچھ عرصہ کے بعد دیوان چند ولال کی زیادتی اور گورو ارجن دیو کی دردناک موت اور مصیبتوں کا حال سنکر چندو لال کی تمام جائداد ضبط کر لی اور پھر چندو لال کو قطعی طور پر انکے حوالے کر دیا کہ جسطرح آپ چاہیں اپنے باپ کا انتقام اس سے لیں۔ اور تادم زیست انکی عزت و تعظیم کرتا رہا ہزار ہا روپیہ کا نقد و جنس دربار اور لنگر کی نذر کیا۔ جب بادشاہ کشمیر کی سیر کو گیا تو آپ کو بھی ساتھ لے گیا۔ اور رستہ کے تمام کوہستانی راجاؤں سے انکو نذرانے اور مختلف قسم کے تحفے تحائف دلواتا گیا

وزیر خاں جسکی مسجد داتا لاہور دہلی دروازہ میں مشہور ہے۔ وہ ہمیشہ اور ہر وقت گورو گوبند صاحب کا مداح اور معاون رہا۔ اور بڑے بڑے خطرات کے وقت در پردہ مدد دیتا رہا۔ اور حتے الامکان اس نے کوئی موقعہ امداد کا ہاتھ سے نہیں جانے دیا

گورو ہرگوبند صاحب کے چچازاد بھائی مہربان نے گدی کا دعوی کیا۔ اور اسی موقعہ پر چندو لال کے لڑکے نے اس سے ہم صلاح ہو کر اپنے باپ کے خون کا دعوی دائر کیا تو یہ دونوں دعوے شاہجہان کی عدالت سے صرف وزیر خاں کی معاونت اور در پردہ خیر خواہی کی وجہ سے خارج ہوئے تھے

اور قاضی رستم خاں وغیرہ کی سر توڑ مخالفتوں اور کوششوں سے نو عمر شاہجہاں اور گورو ہرگوبند صاحب میں رنجش پیدا ہو گئی۔ تو اسوقت گورو ہرگوبند صاحب کی فوج میں اسکے نامور فوجی افسر جمال خان۔ رستم خاں۔ عالم خان۔ میر مومن خاں محمد خاں۔ بدھی چند۔ موہن لال۔ گوپال داس۔ پرمرام نہال چند وغیرہ ہندو مسلمان دونوں قسم کے لوگ تھے۔ جنھوں نے وقتاً فوقتاً شاہی فوج کے حملوں کو روکا۔ اور مقابلہ کیوقت بڑی بہادریاں دکھلائیں۔ یہاں تک کہ شاہی فوج کے سرگروہ میسمیان بہرام خاں۔ بلوند خان۔ علی بخش۔ کریم بخش ناظم جالندھر اور اسکے بہادر سردار حمید الدین وغیرہ نیز اسکے لڑکے کریم دنبی بخش وغیرہ سب مارے گئے۔

بادشاہ نے دوبارہ فوج کشی کا حکم دیا تو اسوقت وزیر خاں مصاحب نے جو گورو ہرگوبند صاحب کا دلی خیر خواہ تھا۔ بادشاہ کو اسطرح سمجھا کر معاملہ کو دفع کرا دیا۔ کہ جو شکایت آپکے پاس گذری ہے وہ عداوت پر مبنی ہے۔ گورو ہرگوبند ایک فقیر آدمی ہے آپکے والد نے انکو کچھ زمین عنایت فرمائی تھی جہاں انھوں نے گاؤں آباد کیا ہے اس پر تنازعہ بپا ہونے سے آپکا ان شکایتوں کی وجہ سے فقیروں سے لڑنا مصلحت نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔

جب گورو تیغ بہادر جی کی طلبی کا فرمان اورنگ زیب کے دربار سے نافذ ہوا تو انھوں نے جواب دیا کہ برسات کے بعد آئیں گے۔ بادشاہ جواب پڑھکر گورو جی کے آنیکا منتظر رہا اور گورو جی مع مختصر آدمیوں کے سوار ہو کر مالوہ کو جہاں اب شہر پٹیالہ آباد ہے آئے۔ اور چیف خاں افغان سنے ہاں چھ ماہ تک مقیم رہے۔ پھر قصبہ سامانہ میں جاکر منڈل قوم مسلمانوں کے یہاں مہمان ہوئے۔ اور ارادہ یہ تھا کہ مالوہ کی سیر کرتے ہوئے دہلی میں داخل ہوں گے۔ چونکہ میعاد ختم ہو چکی تھی۔ بادشاہ نے گورو جی کی تلاش کے لئے اشتہار جاری کر دئے۔ اور جاسوس جابجا گھومنے لگے ایک جاسوس سامانہ کی طرف بھی آیا۔ اور آکر مالک مکان سے

جاسوس کو دفع کر دیا۔ اور پھر جب گورو جی حراست میں آگئے تو ایک شخص مسلمان سید عبداللہ نامی نے جو کہ ضلع انبالہ کا رہنے والا اور داروغہ حراست تھا گورو صاحب سے بار بار عرض کی کہ آپ یہاں سے تشریف لے چلیں۔ اور میں آپکا خادم بھی آپکے ساتھ چلتا ہوں۔ مگر انھوں نے خود ہی قبول نہ فرمایا۔ اور اکیلے ہی روانہ ہوئے۔

(دیکھئے مسلمانوں کے دلوں میں گورو صاحب کی کس قدر عزت تھی۔ اسلئے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ناظم سرہند کی شخصیت کچھ اور تھی۔ اسکی سختی کا الزام تمام مسلمانوں پر عائد نہیں ہو سکتا۔)

جب پہاڑی راجاؤں سے ۱۷۶۲ بکرمی سمت بکرمی کو متصل موضع بھنگانی (جمنا اور گری ندی کے درمیان) گورو گوبند سنگھ جی کی لڑائی ہوئی تو پانچ سو اور اسی سادھو دم دبا کر رات کو بھاگ گئے۔ جو ہر اور گورو صاحب کا حلوا مانڈھا اوڑانیوالے تھے۔ اور سید بدھو شاہ جو غیر مذہب کا آدمی تھا وہ فوراً دو ہزار سوار اور پیادہ کی جماعت لیکر انکی مدد کیلئے آیا۔ ان کے علاوہ گورو صاحب کے پاس جو لڑنیوالے تھے وہ یہ شخص تھے نندلعل۔ لال چند۔ کرپال داس۔ صاحب چند کرپال چند۔ دیوان نند چند۔ جیت رام گلاب رائے۔ گنگا رام۔ مونہری چند۔ دیارام اور جیون وغیرہ یہ لوگ خوب ہی جانیں تو لڑے۔ اور باوجود اس کے کہ گورو گوبند سنگھ کے ساتھ یہ سب مل ملا کر تین ہزار کے قریب تھے دشمن کی دس ہزار فوج پر غالب آئے انکے بہت سے سرداروں کو قتل کر دیا۔ اور ان کی فوج مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلی۔ گورو صاحب نے کئی کوس تک انکا تعاقب کیا۔ انکا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ اس لڑائی میں بدھو شاہ کا بیٹا بھی شہید ہوا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد بدھو شاہ خود بھی گورو گوبند سنگھ کی دوستی کے الزام میں قتل کیا گیا۔ گویا گورو صاحب کی خیرخواہی میں بدھو شاہ اور اسکا بیٹا دونوں قربان ہو گئے۔

صید بیگ اور مامو خاں یہ دونوں فوجی افسر گورو گوبند سنگھ کے ملازم تھے ۱۷ بھادوں سمت ۱۷۵۹ بکرمی کو اورنگ زیب کی فوج اور بعض راجگان کو ہی نے ملکر آنندپور کا محاصرہ کیا۔ اور پانچ روز تک نہایت خونخوار جنگ ہوتی رہی۔ اسکے بعد چھٹے دن خود گورو گوبند سنگھ صاحب نے قلعہ سے باہر نکل کر شاہی فوج پر حملہ کیا۔ اسوقت صید بیگ اور مامون خاں وغیرہ تلواریں کھینچ کر شاہی فوج میں گھس گئے۔ بڑے بڑے نامور مخالفوں کا سر تن سے جدا کیا۔ آخر صید بیگ گھر گیا اور بادشاہی فوج کے ایک افسر دنیا بیگ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مگر یہ دیکھکر مومن خان نے دنیا بیگ سے للکار کر کہا۔ کہ اب کہاں جاتا ہے تو نے میرے دوست کو مارا ہے میں تجھے کب خالی جانے دونگا۔ چنانچہ یہ کہتے ہی لپک کر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اسکا سر خربوزہ کیطرح تن سے جدا ہو گیا۔ اور پیچھے جو جو بھی اسکی حمایت کو آیا اُس اُس کو بھی تلوار کے گھاٹ پار اتارا۔ اور اسقدر دشمن کی فوج میں تباہی برپا کر دی کہ اسکو دیکھکر گورو گوبند سنگھ کے تمام آدمی تلواریں کھینچکر ایکبارگی بادشاہی فوج پر جا پڑے۔ اس پرجوش حملہ کے وقت بادشاہی سپاہ بڑے نقصان کے ساتھ بھاگ اٹھی۔ کہ گورو گوبند سنگھ نے روپڑ تک اسکا تعاقب کیا۔ اور اُن کا بہت سا مال و سامان گورو صاحب کے ہاتھ آیا۔

اور شاہی فوج گورو گوبند سنگھ جی کے مقابلہ میں تیس بار متواتر نرمت اٹھا چکی۔ تو اُس نے کل حاکمان پنجاب کو نام ایک سخت تاکیدی حکم جاری کیا کہ جسطرح ہو سکے گورو گوبند سنگھ کو گرفتار کر کے یا اس کا سر کاٹ کر بادشاہ کے حضور بھیجدیں۔ جسکی تعمیل میں تمام پنجاب کی فوجیں جمع ہو گئیں اور انھوں نے قلعہ آنندپور کا اکثر چار طرف سے محاصرہ کر لیا۔ یہ لڑائی چیت سمت ۱۷۶۱ بکرمی میں شروع ہوئی سکھوں نے محاصرہ کو بڑی سرگرمی سے روکا اور ایک عرصہ تک لڑتے رہے۔ لیکن آخر کار جب باہر کیطرف سے قلعہ کے اندر رسد کا آنا بند ہوا۔ اور اہل قلعہ کو بھی مٹھی چنوں پر گذارہ کرنے کی نوبت پہنچی تو سب کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ گورو گوبند صاحب سب کو حوصلہ دیتے اور فرماتے تھے کہ تم گھبراؤ مت۔ اگر ایک ہفتہ اور گذارہ کرو۔ تو واہ گورو کی کرپا سے تمہاری فتح ہو گی۔ مگر سکھوں نے ٹھیرنا دشوار سمجھا اور کہا اب ہم قلعہ میں ٹھہر نہیں سکتے۔ اسوقت گورو صاحب نے فرمایا کہ اگر نہیں ٹھہر سکتے تو لکھ دو کہ ہم گورو کے سکھ نہیں جس پر چالیس سکھوں نے لکھدیا کہ ہم آج سے گورو کے سکھ نہیں۔ اور قلعہ سے باہر ہو گئے مگر باقیوں کے حوصلے بھی پست دیکھکر گورو صاحب نے مجبوراً یہ فیصلہ دیدیا۔ کہ مال و اسباب ضروری کا باندھنا شروع کرو۔ اور رات کو قلعہ خالی کر کے دشمن کے حوالے کر دینگے اور دو روز کے عرصہ میں وہ یہی کوشش کرتے رہے کہ سکھوں کو قلعہ خالی کرنیکی غلطی سے باز رکھا جائے۔ مگر جب دو روز کے بعد بھی گورو صاحب نے دیکھا کہ ہمارے ہمراہی قلعہ میں ٹھہر نہیں سکتے تو سوا کل سامان اور قبائل کے قلعہ سے باہر ہو گئے۔ اور کیرت پور کو روانہ ہوئے۔ اور دریا سے آگے دریا کے سرسہ کے قریب پہنچے تو دشمن جو تعاقب میں چلا آرہا تھا حملہ آور ہوا۔ گورو گوبند سنگھ صاحب کے قبائل اور بچوں وغیرہ کو تو سکھوں نے دریا سے پار کر دیا۔ اور خود لڑتے بھڑتے موضع چمکور

PUNJAB STATE LIBRARY

پہنچے اور وہاں آکر ایک چار دیواری میں پناہ لی۔ بادشاہی فوج نے وہاں بھی محاصرہ کر لیا رات خاموشی سے گذری۔ اور صبح ہوتے ہی لڑائی شروع ہو گئی۔ اس لڑائی میں گورو گوبند سنگھ صاحب کے دونوں بیٹے بڑے جو اس وقت ہمراہ تھے شہید ہو گئے اور بھی بہت نقصان ہوا۔ دن تو جوں توں کر کے کاٹا لیکن رات کو موقعہ پاکر چند سکھوں کے ہمراہ وہاں سے نکل آئے (مصنف تواریخ گورو خالصہ تو یوں لکھتا ہے کہ چار پانچ سکھوں نے باہر نکلکر پکارا بآواز بلند کہ ہندوؤں کا پیر جاتا ہے گورو چنانچہ رات کا وقت تھا ایسی گھبراہٹ کی آواز سنکر تمام بادشاہی اسی طرف جھک پڑی اور گورو صاحب دوسری طرف سے راستہ خالی پاکر نکل گئے۔ اور مصنف تاریخ پنجاب لکھتا ہے کہ گورو صاحب اپنی جگہ ایک سکھ کو بٹھلا کر خود پاپیادہ ماچھی واڑہ کو تشریف لیگئے۔ بہرحال وہاں سے نکل آنا یعنی ہے) رات کو چلتے رہے۔ اور صبح کیوقت متصل قصبہ بہلول پور پہونچے۔ چونکہ دشمنوں کی فوج تعاقب میں تھی اور دن نمودار ہو گیا تھا لوگ ہر طرف نظر آنے لگے۔ چنانچہ اس وقت وہ ایک گھنے اور وسیع جنگل میں گھس گئے۔ اور دن بھر وہیں آرام کیا۔ پھر وہاں سے چل کر قصبہ ماچھی واڑہ میں پہونچے اور ایک باغ میں ٹھیرے۔ اس باغ کے مالک نبی خان اور غنی خاں وہاں بطور سیر آئے تو گورو صاحب کو دیکھکر ششدر رہگئے۔ کیونکہ کئی بار اُن سے گورو صاحب نے گھوڑے خریدے تھے۔ انکی انسانیت اور شرافت نے یہ تقاضا نہ کیا کہ وہ اُن سے بدسلوکی کریں۔ بلکہ وہ وفادار اور رحم دل پٹھان فوراً انکو اپنے مکان پر لے گئے۔ انکو ایک سرمئی پوشاک پہنا دی اور مشہور کر دیا کہ ہمارے کہ ہمارے پیر آئے ہیں۔ باقی ہمراہیوں نے بھی مسلمانوں کا بھیس اختیار کر لیا۔ اور اس کام میں قاضی پیر محمد خاں (جو گورو گوبند سنگھ کے فارسی کے استاد تھے) اور گلا بامسند بھی شریک اور رازدان تھا۔ ان لوگوں نے اس خیال سے کہ مبادا بھید کھل جائے اُن کو ایک چارپائی پر بٹھلا کر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں لیجایا کرتے تھے) ملک مالوہ کیطرف چل پڑے۔ اس مددگار گروہ میں غنی خاں وغیرہ سب موجود تھے۔ اثناء راہ میں جسنے پوچھا غنی خان نے یہ جواب دیا کہ یہ اوچ کے پیر اور ہمارے مرشد ہیں اسیطرح سراغرسانوں اور شاہی فوج کے آدمیوں کو جواب دیتے اور ٹالتے بچتے ہوئے ایک گاؤں سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے میں پہنچتے ہوئے جٹ پورہ میں پہنچے۔ تو وہاں رائے کوٹ کے رئیس رائے کلہ (یہ شخص مسلمان تھا) نے اُن کو پہچان کر وہیں ٹھیرا لیا۔ اور انکی بہت خاطر و تواضع کی۔ اور چھوٹے صاحبزادوں کے قتل کی خبر بھی اسی نے اپنا خاص آدمی بھیجکر پہلے منگائی اور گورو صاحب کی خدمت میں ظاہر کی۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ بوقت وداع رائے کلہ نے ایک راس گھوڑا اور ایک نہایت قیمتی قبضہ تلوار بھی بطور نذر کے پیش کیا۔ ایک بات نہایت ہی توجہ کے لائق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جسوقت گورو صاحب نے معصوم صاحبزادوں کے قتل کی خبر سنی تو ایسا کہ نیزوں کے حق بددعا دی کہ ایسے ظالموں بے رحموں کی جڑ اکھڑ جائے اسوقت رائے کلہ نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ آپنے عام بددعا دی ہے اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں۔ گورو صاحب فرمایا تمہاری حکومت میں فرق نہیں آئیگا۔ علاوہ اسکے جو تمہاری طرح نیک مزاج خدا پرست اور رحیم لوگ ہیں انپر میری اس کلمہ کا اثر نہیں پڑیگا۔ میں نے صرف ظالموں کے لئے کہا ہے۔ حاصل کلام گورو صاحب گاؤں بہ گاؤں قیام فرماتے ہوئے موضع دینا میں تشریف لائے جہاں کے چودہری لکھمیر نے انکو اپنے ہاں ٹھیرایا۔ اُن کی خاطر و تواضع دل و جان سے کی اور اُن کی آمد کا حال سن کے مالوہ کے لوگ ہر چہار طرف سے نذر و نیاز لے کر آنے لگے جن میں خاص خاص چند اور پیر محمد قابل ذکر ہیں کہ علاوہ بہت کچھ نقد و زر کے ایک عمدہ گھوڑا اور ایک قیمتی پوشاک نذر کی۔ اور کچھ ہتھیار گورو ہرگوبند صاحب کے وقت کے اُن کو دیئے۔ اور اسیطرح بھگتو، بھلو اور بھول وغیرہ نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق نذریں پیش کیں۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں انکے پاس پھر ایک کثیر جماعت جمع ہو گئی جسوقت صوبہ سرہند کے دربار میں جانی خاں نے معصوم صاحبزادگان کو پیش کیا۔ تو اس میں شک نہیں کہ گنگا رام نمک حرام رسوئے کی احسان فراموشی اور دیوان سچانند کھتری کی مخالفانہ رائے نے بہت بُرا نتیجہ پیدا کیا۔ یعنی معصوموں کیواسطے قتل عام کا حکم صادر ہو گیا۔ لیکن یہ انھی دو کمینوں کی سیاہ دلی اور کمینہ پن کا نتیجہ تھا۔ اور وہی دو قابل لعنت اور ملامت ہو سکتے ہیں۔ اس واسطے کہ اول جن دو پٹھان مسلمانوں کو ان کے قتل کیواسطے تجویز کیا گیا۔ اُنھوں نے صاف انکار کر دیا کہ ہم ان معصوموں پر ہاتھ نہیں اٹھائینگے اس میں کوئی بہادری نہیں۔ باقی دارد

از جناب سیتہ دھاری صاحب